© rasailojaraid.com



## حرفِ آغاز

# مسلم اور غیر مسلم کے تعلقات

_____ سید جلال الدین عمری

اس وقت دنیا کے بیشتر ملکوں میں مخلوط اور ملی جلی آبادیاں ہیں۔ ان میں زیادہ تر مختلف نسلیں، مختلف تہذیبیں، مختلف مذاہب اور مختلف زبانیں پائی جاتی ہیں۔ ان ممالک کا ایک حصہ اکثریت پر مشتمل ہے تو دوسرا حصہ اقلیت میں ہے۔ دونوں کے اپنے مسائل ہیں اور وہ انہیں حل کرنے کی کوشش بھی کرتی ہیں۔ جمہوری ملکوں میں اقلیت اور اکثریت کے مساوی حقوق تسلیم کیے گئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بالعموم اقلیتیں اکثریت کا دباؤ محسوس کرتی ہیں اور ان کے حقوق کی پوری طرح نگہداشت نہیں ہو پاتی۔ ان کا ایک بڑا مسئلہ آپس کے تعلقات کا بھی ہے۔ جن ملکوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں ایک سوال بار بار سامنے آتا ہے کہ ان کے اکثریت کے ساتھ کس قسم کے روابط ہونے چاہئیں؟ کیا وہ ان سے الگ تھلگ اور کنارہ کش رہیں گے یا ان سے قریبی تعلقات رکھیں گے، یہ تعلقات کسی خاص دائرے میں محدود نوعیت کے ہوں گے یا ان کا دائرہ وسیع ہوگا، وہ انہیں حریف اور مخالف سمجھ کر معاملہ کریں گے یا ان کا رویہ ان کے ساتھ الفت ومحبت، ہمدردی اور حسن سلوک کا ہوگا؟ یہ آج کا ایک نازک مسئلہ ہے۔ اس پر چند خاص پہلوؤں سے غور کرنا ہوگا، اس سے اسلام کے موقف کو بہتر طریقے سے سمجھا جاسکے گا۔

۱۔ معاشرے میں ایک فرد کے دوسرے فرد پر اور ایک گروہ کے دوسرے گروہ پر جائز اور فطری حقوق ہوتے ہیں یہ حقوق آپس کے تعلقات کی نوعیت



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



متعین کرتے ہیں۔ان ہی سے تعلقات میں حسن وخوبی یا فساد اور خرابی پیدا ہوتی ہے۔غور طلب بات یہ ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے حقوق تسلیم کیے ہیں یا نہیں؟ اگر یہ حقوق ضائع ہو رہے ہوں تو مسلم اقلیت کا کیا رویہ ہوگا؟ کیا وہ ان کی حمایت میں کھڑی ہوگی یا غیر جانب دار رہے گی؟

۲- اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام نے بہت ہی اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی ہے اور اپنے ماننے والوں کو اس کا پابند بنایا ہے۔کیا یہ اخلاق صرف مسلمانوں کے لیے ہیں یا غیر مسلموں سے تعلقات میں بھی وہ ان کے پابند ہوں گے اور ان کے ساتھ وہی اخلاقی رویہ اپنائیں گے جو رویہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اختیار کرتے ہیں؟

۳- مسلمان ایک ایسی امت ہیں جس کی زندگی کا بڑا مقصد دعوت الی اللہ ہے،ایک غیر مسلم معاشرے میں اس کی دعوتی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں، دیکھنا یہ ہے کہ ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے قرآن مجید نے کیا ہدایات دی ہیں اور مخاطب قوم سے کس طرح کے تعلقات کا حکم دیا ہے؟

## مظلوم کے حقوق کی حمایت

سب سے پہلے انسانی حقوق کے مسئلہ کو لیجیے۔معاشرہ میں کسی فرد یا گروہ کے جو جائز اور فطری حقوق تسلیم کیے جائیں وہی دوسرے فرد اور گروہ کو حاصل ہوں اور وہ ادا کیے جائیں تو تعلقات خوش گوار ہوں گے ورنہ ان میں لازماً بگاڑ پایا جائے گا۔

انسان کا معاشرے کے بہت سے افراد سے دُور و نزدیک کا تعلق ہوتا ہے، تو اس پر ان سب کے کم یا زیادہ حقوق عائد ہوتے ہیں۔اسلام نے یہ سارے حقوق تسلیم ہی نہیں کیے ہیں، بلکہ انہیں ادا کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔یہ حقوق جس طرح ایک مسلمان کے ہیں اسی طرح غیر مسلم کے بھی ہیں۔یہاں چند حوالے


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دیے جا رہے ہیں۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا (بنی اسرائیل: ۲۶)

قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو اور اپنی دولت بے جا مت خرچ کرو۔

ان حقوق میں سے بعض کی نوعیت قانونی ہے، لیکن یہ زیادہ تر اخلاقی ہیں، اسی لیے ان کے لیے قرآن مجید میں 'احسان' کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی ہیں حسن سلوک کرنا، خیر اور بھلائی کا رویہ اختیار کرنا اور اچھا معاملہ کرنا۔ ارشاد ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ (النساء: ۳۶)

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور احسان کرو ماں باپ کے ساتھ، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی اور صحبت میں رہنے والے کے ساتھ اور مسافروں اور غلاموں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جو اتراتا اور فخر کرتا ہے

بنی اسرائیل سے جن امور کی پابندی کا عہد و پیمان لیا گیا تھا ان میں احسان کا یہ رویہ بھی شامل رہا ہے (البقرہ: ۸۳)

احسان یا حسن سلوک میں محبت، ہمدردی، نصیحت اور خیر خواہی کے ساتھ اقتصادی تعاون اور مالی مدد بھی شامل ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں ''بِـــر'' یعنی حسن سلوک کی حقیقت بیان ہوئی ہے، اس کے ذیل میں ارشاد ہے:



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



| | |
|---|---|
| وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّائِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ ...... (البقرۃ: ۱۷۷) | اور مال کی محبت کے باوجود اسے خرچ کرے، قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلاموں پر (ان کو آزاد کرنے کے لیے) اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ |

سورۂ بقرہ ہی میں انفاق سے متعلق سوال کا جواب دیا گیا ہے:

| | |
|---|---|
| وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْأَقْرَبِیْنَ وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ | وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو ان سے کہہ دیجیے جو کچھ بھی تم اپنا مال خرچ کرو وہ والدین اور قرابت داروں، یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہو اور جو بھلائی تم کرو گے |
| فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ O (البقرہ: ۲۱۵) | اللہ تعالیٰ اسے اچھی طرح جانتا ہے |

ایک انسان پر معاشرے کے جن افراد اور طبقات کے حقوق عائد ہوتے ہیں ان کا ذکر قرآن مجید کی مکی سورتوں میں بھی ہے اور مدنی سورتوں میں بھی، مکے میں جس وقت قرآن نازل ہو رہا تھا سماج کے کم زور، مغلوب اور محکوم افراد ہی کے حقوق پامال نہیں ہو رہے تھے، بلکہ قریب ترین عزیزوں کے حقوق پر بھی اور خونی رشتہ داروں پر بھی دست درازی جاری تھی۔ اسلام نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور جن لوگوں کے ہاتھوں یہ حقوق پامال ہو رہے تھے، انہیں دنیا اور آخرت میں اس کے بدترین نتائج سے آگاہ کیا۔ اس طرح اسلام ظلم کے خلاف اور مظلوموں کی حمایت میں کھڑا ہو گیا۔ اس وقت مسلمان کم تعداد میں، یا یوں کہیے کہ ناقابلِ لحاظ اقلیت میں تھے۔ وہ عملاً ان حقوق کی حفاظت کے موقف میں نہیں تھے، لیکن اسلام



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


ان حقوق کے علم بردار کی حیثیت سے سامنے آرہا تھا اور یہ سمجھنا دشوار نہ تھا کہ اگر اسے طاقت واقتدار حاصل ہوتو وہ ان حقوق کی حفاظت کرے گا اور معاشرے کو ان کے احترام کا پابند بنائے گا۔ چنانچہ مدینے میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد ہر صاحبِ حق کو اس کا حق دیا گیا اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کیا گیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں، چاہے وہ اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں، بے اختیار ہوں یا با اختیار، وہ ان انسانی حقوق کے محافظ ہوں گے اور کسی کو کسی کے حق پر دست درازی کی اجازت نہ دیں گے۔ جس کسی کی بھی حق تلفی ہو اس کے خلاف آواز بلند کریں گے اور اسے اس کا حق دلانے کی سعی کریں گے۔

## اخلاقی رویہ

اب اس موضوع پر اخلاقی نقطۂ نظر سے غور کیجیے۔ ایک انسان کے دوسرے انسانوں کے ساتھ کس قسم کے روابط ہوں اس کا تعلق اخلاق اور قانون دونوں سے ہے، لیکن اس معاملے میں قانون سے زیادہ اخلاق کی اہمیت ہے۔ اسلام نے جن اخلاقیات کی تعلیم دی ہے ان سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ مسلمان کا غیر مسلم کے ساتھ کیا رویہ ہونا چاہیے؟ اسلام اپنے ماننے والوں کو اخلاقی اقدار کا پابند دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک ایمان والوں کو خدا ترس اور راست باز انسانوں کے ساتھ ہونا چاہیے:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ (التوبة: ۱۱۹)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

ان کی زبان کھلے تو حق و انصاف کے لیے کھلے۔ انصاف کے


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



معاملے میں وہ اپنے اور غیر کا فرق نہ کریں۔

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى (الأنعام: ۱۵۲)

بولو تو انصاف کی بات بولو چاہے اس کی زد تمہارے کسی رشتہ دار ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو۔

یہود اپنے معاملات کے فیصلے کے لیے کبھی اس خیال سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے کہ آپ کے فیصلے میں قانونِ توریت کے مقابلہ میں آسانی اور سہولت ہو تو قبول کرلیا جائے، ورنہ رد کر دیا جائے۔ حکم ہوا کہ جب کبھی آپ فیصلہ کریں عدل وانصاف کا دامن چھوٹنے نہ پائے:

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ (المائدة: ۴۲)

ان کے معاملات میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس نے دشمنوں کے ساتھ بھی عدل کی راہ اختیار کرنے کی سخت ہدایت کی ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (المائدة: ۸)

اے ایمان والو! کھڑے ہو جاؤ اللہ کے واسطے، انصاف کے گواہ بن کر اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے باخبر ہے۔

وہ کہتا ہے کہ آدمی بغیر علم و تحقیق کے زبان نہ کھولے:



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



وَلا تَقْفُ ما لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولاً ٥ (بنی اسرائیل : ٣٦)

جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے اس کے پیچھے نہ پڑو۔ یاد رکھو کہ کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے بارے میں سوال ہوگا۔

وہ اللہ کے نیک بندوں کے کردار کی تعریف کرتا ہے کہ وہ باعفت اور پاک باز ہوتے ہیں، ان کا دامنِ سیرت زنا اور بدکاری سے ملوث نہیں ہوتا۔ وہ اپنی جنسی خواہشات کی تسکین کے لیے صرف جائز اور حلال طریقے اختیار کرتے ہیں۔ جو لوگ اس کے لیے ناجائز راستے تلاش کرتے پھرتے ہیں وہ حدود نا آشنا، بے راہ رو اور غلط کار ہیں۔ (المومنون: ۵ -۷)

وہ بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ پھٹکنے اور ان سے دور رہنے کی تاکید کرتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (الأنعام : ١٥١)

اور بے حیائی کے کاموں سے، چاہے وہ کھلے ہوں یا چھپے، ان کے قریب نہ جاؤ۔

اس کا حکم ہے کہ اہلِ ایمان جس کسی سے عہد و پیماں کریں اس کی پابندی کریں:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (المائدة: ١)

اے ایمان والو! عہد و پیمان کو پورا کرو

وہ ان کی ایک خوبی یہ بیان کرتا ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدَاتِهِمْ قَائِمُوْنَ ٥ (المعارج : ٣٢- ٣٣)

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کی حفاظت کرتے ہیں اور جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



وہ کہتا ہے کہ دوسروں کا حق مارنا بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ تباہی کا راستہ ہے جو اس پر چلتا ہے اپنی تباہی کا سامان کرتا ہے:

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ ۝ وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوْ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ ۝ (المطففین: ۱-۳)

تباہی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے، جو لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ کر یا وزن کر کے دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔

اللہ کے جو بندے اس حقیقت سے واقف ہوں ان سے کسی کے حق پر دست درازی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ان کے معاملات صاف ستھرے اور ظلم سے پاک ہوں گے۔

سورۃ الفرقان کے آخر میں اہلِ ایمان کی خوبیوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں کہ وہ تکبر کا مظاہرہ نہیں کرتے، بلکہ عاجزی اور فروتنی کی روش اختیار کرتے ہیں۔ وہ جاہلوں کے منہ نہیں لگتے۔ جاہل ان سے الجھتے ہیں تو سلام کر کے گزر جاتے ہیں۔ (آیت ۶۳)

وہ بخل اور اسراف و تبذیر سے بچتے اور درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں۔ مال کو صحیح جگہ اور ضرورت کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔ (آیت: ۶۷)

وہ انسانی جان کا احترام کرتے ہیں اور ناحق کسی کو قتل نہیں کرتے اور زنا اور بدکاری سے بچتے ہیں (آیت: ۶۸)

وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جھوٹے معاملات سے دُور رہتے ہیں، وہ لغویات سے شریفانہ طور سے گزر جاتے ہیں۔ (آیت: ۷۲)

سورۂ شوریٰ میں فرمایا کہ وہ کبائر اور فحش کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور کوئی انہیں غصہ اور طیش میں لائے تو اسے معاف کر دیتے ہیں۔ وہ کسی سے انتقام بھی لیتے ہیں تو حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ (۳۷-۴۰)



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ معاشرے میں الحاد، بے دینی، خدا بے زاری فحاشی اور عریانی، بداخلاقی، جھوٹ اور مکر وفریب نہیں پھیلاتے، انہیں امــــــر بـالمعروف اور نهي عن المنكر کا حکم دیا گیا ہے (آل عمران: ۱۱۰) وہ نیکی، تقویٰ اور اخلاق کی فضا عام کرتے ہیں۔

یہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات کی ایک جھلک ہے۔ جس فرد یا گروہ کی اس اخلاقی فضا میں نشونما ہو اور جو ان اخلاقیات کی تربیت پائے اس کے بارے میں بآسانی تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس کا دوسروں کے ساتھ کیا رویہ ہوگا اور وہ ان کے ساتھ کس قسم کا سلوک روا رکھے گا؟

ان اخلاقیات کا تعلق مسلمانوں سے بھی ہے اور غیر مسلموں سے بھی۔ کہیں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ صرف مسلمان ہی آپس میں ان کے پابند رہیں گے اور غیر مسلموں کے ساتھ ان کا رویہ دوسرا ہوگا۔

بہت سی اخلاقی تعلیمات کے مخاطب مسلمان یا اسلامی معاشرہ ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ تعلیمات صرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہیں، بلکہ وہ اسلام کی تعلیم اور اس کی روح کے لحاظ سے بالکل عام ہیں۔ ان کی پابندی مسلم اور غیر مسلم سب کے ساتھ ہوگی، اسے دو ایک مثالوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔

بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده**

(مشکوٰۃ: کتاب الایمان)

یعنی حقیقی معنوں میں مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامتی میں رہیں۔ یہاں "المسلمون" مذکر کا صیغہ ہے، لیکن اسی کے ذیل میں مسلمان عورتیں بھی آجاتی ہیں۔ یہی حکم ذمی کا بھی ہے۔

چنانچہ ایک روایت میں المسلمون کی جگہ الناس کا لفظ آیا ہے جو ہر ایک کے لیے عام ہے (مرقاۃ المصابیح: ۱/۱۴۳)



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


ایک اور حدیث میں مومن کی تعریف ان الفاظ میں آئی ہے:

**المومن من أمنه الناس علي دمائهم و أموالهم** (مشکوٰۃ، کتاب الایمان، بحوالہ ترمذی ونسائی۔ اس کی تخریج کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح ۱۱/۱۹۸)

یعنی مومنِ حقیقی اور مومنِ کامل وہ ہے کہ لوگ اسے اپنی جان و مال کا امین سمجھیں اور اس کے سلسلے میں انہیں یہ اطمینان ہو کہ وہ اس کی طرف سے ہر طرح مامون و محفوظ ہیں اور انہیں اس سے کسی گزند کے پہنچنے کا خطرہ نہیں ہے۔ یہ رویہ مسلم اور غیر مسلم دونوں ہی کے ساتھ ہوگا۔

ان حدیثوں میں بتایا گیا ہے کہ خود مسلم اور مومن کے الفاظ اس حقیقت کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔

ایک حدیث میں نابینا کی تھوڑی سی رہنمائی کی فضیلت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ **من قاد أعمىٰ أربعين خطوة وجبت له الجنة**

اس میں اعمیٰ کا لفظ عام ہے۔ اس سے جس طرح ایک نابینا مسلم مراد ہے اسی طرح ذمی نابینا بھی مراد ہوسکتا ہے (مناوی: التیسیر بشرح الجامع الصغیر ۲/۴۳۳)

## دعوتِ دین کے تقاضے

اب آیئے دعوت کے نقطۂ نظر سے اس مسئلہ پر غور کیا جائے۔

مسلمان درحقیقت داعی الی اللہ ہے، یہ اس کی ایک اہم دینی ذمہ داری ہے۔ غیر مسلموں سے تعلقات پر غور کرتے وقت اس پہلو کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا اولین تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے ان بندوں سے داعی کا تعلق نصح وخیر خواہی کا ہو، جس تک اس کا دین پہنچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا اپنی مخاطب قوم کے ساتھ جس طرح کا تعلق ہوتا تھا وہ ہمارے لیے بہترین نمونہ


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ہے۔ حضرت نوحؑ فرماتے ہیں :

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَ أَنْصَحُ لَكُمْ (الأعراف : ۶۲) — میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور تمہارے ساتھ خیر خواہی کر رہا ہوں۔

اسی خیر خواہی کا اظہار حضرت ہودؑ ان الفاظ میں کرتے ہیں :

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَ أَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ''O (الأعراف: ۶۸) — میں اپنے رب کے پیغامات تم تک پہنچا رہا ہوں اور میں خیر خواہ اور امین ہوں۔

یہی حال اللہ کے تمام پیغمبروں کا ہوتا ہے۔ نصیحت کے اندر اخلاص، محبت اور خیر خواہی کا تصور ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ آدمی دل سے ان لوگوں کی بھلائی کا طالب ہو جن کو وہ دین کی دعوت دے رہا ہے اور خلوص کے ساتھ ان کے سامنے دین اور اس کے تقاضے واضح کرے، توحید کا تصور پیش کرے، رسالت اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دلائل فراہم کرے اور آخرت کی کامیابی اور ناکامی کو کھول کر بیان کرے۔ اللہ کے رسولوں کے اندر مخاطب قوم کی اصلاح کا جذبہ ہوتا ہے۔ وہ پورے خلوص کے ساتھ ان کی فکری و عملی اصلاح چاہتے ہیں، حضرت شعیبؑ کس قدر سوز اور دردمندی کے ساتھ فرماتے ہیں :

وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (ھود: ۸۸) — اور میں نہیں چاہتا کہ جن باتوں سے میں تمہیں منع کرتا ہوں بعد میں وہ خود کرنے لگوں۔ میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے، بس اصلاح چاہتا ہوں۔ توفیق تو مجھے اللہ ہی سے ملے گی اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

اس معاملے میں قلب کی وہ کیفیت ہونی چاہئے جو اللہ کے رسولوں



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی ہوا کرتی تھی ۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ کی اس کیفیت کی تصویر کشی ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ۝ (الکهف : ٦)

شاید آپ ان کے پیچھے اپنے نفس کو ہلاک کر ڈالیں گے افسوس اور غم میں، اگر وہ اس کلام (قرآن) کو نہ مانیں۔

حکم ہے کہ دعوت کا کام حکمت اور موعظۂ حسنہ اور جدالِ حسن کے ذریعہ انجام دیا جائے اور صبر کے ساتھ جاری رکھا جائے۔ اشتعال سے بچا جائے اور اس راہ کی تکلیفوں کو برداشت کیا جائے اور عفو درگذر سے کام لیا جائے۔ ان تعلیمات کی روشنی میں غیر مسلموں سے تعلقات کی نوعیت متعین ہونی چاہیے۔

## عدمِ موالات کس سے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کفار و مشرکین سے عدمِ موالات کا اور ان کو دوست نہ بنانے کا حکم ہے اور انہیں راز دار بنانے سے منع کیا گیا ہے، تو پھر ان سے تعلقات قائم کرنے کی کیا بنیاد ہوگی۔؟

اس سلسلے میں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ ان ہدایات کا تعلق جہاد سے ہے، حالتِ جنگ اور حالتِ امن کے احکام بڑی حد تک مختلف ہوتے ہیں۔ جس قوم سے جنگ ہو اس سے عدمِ تعلق اور دُور رہنے کا لازماً حکم دیا جائے گا اور خفیہ طور پر اس سے تعلق رکھنے پر سرزنش کی جائے گی۔ اس پر آدمی مستحقِ تعزیر بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن جنگ کی جگہ صلح ہو اور دو قومیں کسی معاہدۂ امن کی پابند ہوں تو اس کا حکم مختلف ہوگا، جس قوم سے جنگ نہ ہو، جس نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ عداوت اور دشمنی کا رویہ نہ اختیار کیا ہو اس کے بارے میں صاف الفاظ میں کہا گیا ہے کہ اس کے ساتھ بِر و قسط اور حسن سلوک میں کوئی چیز مانع نہیں


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


ہے

| | |
|---|---|
| لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ أَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَ تُقْسِطُوْا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ o (الممتحنة: ۸) | اللہ تعالیٰ تم کو منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ |

اس کے فوراً بعد یہ بھی بتا دیا کہ وہ کون لوگ ہیں جن سے قلبی تعلق اور قریبی روابط کا رکھنا صحیح نہیں ہے:

| | |
|---|---|
| اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قَاتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَ اَخْرَجُوْکُمْ مِنْ دِیَارِکُمْ وَ ظَاھَرُوْا عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ أَنْ تَوَلَّوْھُمْ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ فَأُولٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَo (الممتحنة: ۹) | اللہ تعالیٰ تمہیں منع کرتا ہے کہ جن لوگوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں دشمنوں کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو اور جو کوئی ان سے دوستی کرے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔ |

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے عدم موالات کا حکم ان لوگوں سے دیا ہے جو مسلمانوں سے برسرِ جنگ ہیں، جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف ہر طرح کے اقدامات کئے اور ان کے دشمنوں کی مدد بھی کی لیکن جو قوم مسلمانوں سے برسرِ پیکار نہ ہو اور مسلمانوں سے عداوت اور دشمنی نہ رکھتی ہو اور جن سے مسلمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچی ہو، اس کے ساتھ تعاون، ہمدردی اور خیر خواہی کا رویہ اختیار کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم کی دعوت قبول کی جا سکتی ہے، تبلیغی مقاصد کے لیے ان کی دعوت کی جا سکتی ہے، ان کے تحفے قبول کیے جا سکتے


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ہیں ان کے ساتھ سلام اور دعا کا جواز موجود ہے۔ رسول ﷺ نے غیر مسلم کی عیادت کی ہے، فقہاء نے ان کی تعزیت کو صحیح قرار دیا ہے، مخصوص حالات میں ان کی تدفین میں بھی شرکت ہوسکتی ہے۔ اس طرح کے مسائل میں اہلِ علم کے درمیان اختلافات بھی ہیں جن سے ان امور کی گنجائش بہر حال نکلتی ہے اور آدمی حالات کے لحاظ سے کسی پہلو کو اختیار کرے تو اسے غلط نہیں کہا جا سکتا (اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب 'غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق' مطبوعہ ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی، پان والی کوٹھی، دودھ پور، علیگڑھ)

## عقائد پر استقامت

یہاں اس بنیادی حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اسلام عقیدۂ توحید پر قائم ہے، یہ عقیدہ، الحاد اور خدا بے زاری اور ہر طرح کے شائبۂ شرک سے پاک ہے۔ رسالت اور آخرت پر ایمان اسلامی عقیدے کا لازمی جزء ہے، اس لیے مسلمان جہاں کہیں بھی ہو اسے اپنے عقیدے کی حفاظت کرنا اور اس پر قائم رہنا لازم ہے۔ وہ اس سے کسی حال میں دست بردار نہیں ہوسکتا، آج کے حالات میں غیر اسلامی افکار مسلمانوں پر ہر طرف سے اثر انداز ہو رہے ہیں، اس کے ساتھ جہاں کہیں وہ اقلیت میں ہیں ان پر اکثریت کا فکری، تہذیبی اور سیاسی دباؤ بھی مستقل رہتا ہے، اس میں دینِ اسلام پر استقامت بہت مشکل ہے لیکن انہیں استقامت کا ہر حال میں ثبوت دینا ہوگا، وہ چھوٹی سی چھوٹی اقلیت میں ہوں تو بھی انہیں اس بات کی کوشش کرنی ہوگی کہ ان کا عقیدہ مجروح نہ ہو اور اسلام کے بنیادی تصورات پر حرف نہ آنے پائے، وہ اپنے فکر و نظر اور سیرت و کردار سے مومن و مسلم اور اسلام کے علم بردار ہونے کا ثبوت فراہم کرتے رہیں۔



© rasailojaraid.com